مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر ۷

سوال۔ اہلسنت جماعت کی کسقدر زبردستی ہے۔ کہ ابوطالب کے ایمان لانے کے قائل نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ نعوذ باللہ ایمان سے محروم ہی رہے ؞

جواب۔ صحاح ستہ اور تاریخ اسلام سے ایسا ہی ثابت ہے۔ اہلسنت کا یہ عقیدہ خودساختہ نہیں ہے۔ اس کو جانے دو۔ خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے ؞

انک لا تھدی من احببت الخ۔ القمی قال نزلت فی ابی طالب کان رسول اللہ ص یقول یا عم قل لا الٰہ الا اللہ انفعک بہا یوم القیٰمۃ فیقول یا ابن اخی انا اعلم بنفسی فلما مات شہد العباس بن عبد المطلب عند رسول اللہ ص۔ انہ تکلم بہا عند الموت فقال رسول اللہ اما انا فلم اسمعہا منہ وارجوان انفعہ یوم القیٰمۃ۔ وقال لو قمت المقام المحمود لشفعت فی امتی وابی وعمی واخ کان لی مواخیا فی الجاہلیۃ

تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ بمبئی۔ سورہ قصص زیر آیت انک لا تھدی من احببت الخ

ترجمہ۔ انک لا تھدی یعنے تو ہدایت نہیں کر سکتا۔ جسکو چاہے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اے چچا۔ کہو لا الٰہ الا اللہ۔ قیامت کے دن اس سے آپ کو نفع پہونچیگا۔ تو ابی طالب کہتے۔ اے میرے برادرزادے۔ میں اپنی بابت خوب جانتا ہوں۔ پس جب وہ فوت ہوگئے۔ تو عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر شہادت دی۔ کہ مرتے ہوئے ابوطالب نے وہ کلمہ کہا تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے تو ان کی زبان سے سنا نہیں لیکن امید ہے کہ قیامت کے دن میں ان کو نفع پہنچاؤں گا۔ اور یہ فرمایا کہ اگر میں مقام محمود پر کھڑا ہوا تو اپنی ماں باپ اور اپنے چچا اور بھائی کے بارہ میں شفاعت کروں گا ؞

سوال ۔ اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں ۔ جیسے کہ خدا فرماتا ہے ۔ کما ارسلنا الی فرعون رسولًا ۔ اور اگر موسیٰ کو بارہ نقیب دیئے گئے ۔ جیسے کہ اثنا عشر نقیبا سے ظاہر ہوتا ہے ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کون سے بارہ نقیب عطا فرمائے ۔ سوائے گیارہ اماموں کے ۔ اور کون اس مماثلت کا مصداق ہو سکتا ہے ؟

جواب ۔ اگر دوازدہ امام علیہ السلام پر یہ مشابہت چسپان ہو سکے ۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد ۔ لیکن حالات اس کے منافی ہیں ۔ اول تو یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے نقیب ایک ہی وقت میں موجود تھے ۔ اور بارہ ۱۲ امام یکے بعد دیگرے ہوئے ۔ دوسرے موسیٰ کے نقیبوں نے تبلیغ رسالت و اعلائے کلمۃ اللہ میں اپنی جان کا خوف نہیں کیا ۔ برخلاف اسکے بارہ امام پورے طور پر پابند تقیہ تھے ۔ اور بارھویں ۱۲ امام اب تک تقیہ کی وجہ سے ظہور فرمانے سے نفور ہیں ۔ اگر آپ کو یہ گمان ہو ۔ کہ سوائے بارہ اماموں کے اور کوئی سلسلہ افراد امت میں سے بارہ تک ثابت نہیں ۔ تو یہ درست نہیں ہے ۔ دیکھئے انشاء اللہ آپ کی ہی نہایت معتبر تفاسیر سے ثابت کئے دیتا ہوں ؎

آیہ واذ یمکر بک الذین کفروا (سورہ انفال) کی تفسیر میں قمی نے لکھا ہے ۔ کہ اس کا شان نزول یہ ہے ۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوت اسلام کا مکہ میں حکم ہوا ۔ اور اوس اور خزرج مدینہ کے مشہور قبائل میں سے لوگ حج کی تقریب پر مکہ میں آئے ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت اسلام فرمائی ۔ اور حسب قرار داد ستر نفر رات کے وقت دار عبد المطلب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ تو لکھا ہے کہ سعد بن زرارہ اور براء بن معرور و عبد اللہ بن حرام نے عرض کی ۔ کہ ہمیں خدا کے لئے کیا کرنا چاہیئے ۔ اور آپ کے لئے کیا ؟ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا فرض یہ ہے کہ اسی کی پرستش کرو ۔ اور کوئی اس کا شریک نہ بناؤ ۔ اور میرے لئے یہ شرط ہے کہ میری حفاظت کرو اسیطرح کہ اپنے نفوس کی ۔ اور اسی طرح میرے اہل کی جسطرح کہ اپنے اہل اور اولاد کی کرتے ہو ۔ انہوں نے عرض کی ۔ پھر ہم کو اس کا اجر کیا ملیگا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ آخرت میں تو جنت ملیگا ۔ اور یہاں پر عرب کے بادشاہ بنو گے ۔ اور عجم تمہارے تابع ہوگا ۔ اور بہشت میں تم بادشاہ ہو گے ۔ انہوں نے عرض کیا

کہ بس ہم راضی ہو گئے۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اخرجوا الیّ منکم اثنی عشر نقیباً۔ یکونون شھداء علیکم بذالک کما اخذ موسیٰ من بنی اسرائیل اثنی عشر نقیباً۔ فاشار الیھم جبرئیل فقال ھذا نقیب۔ تسعۃ من الخزرج وثلاثۃ من الاوس فمن الخزرج سعدؔ بن زرارہ والبراءؔ بن معرور و عبدؔ اللہ بن حرام و ابوجابرؔ ابن عبداللہ و رافعؔ بن مالک و سعدؔ بن عبادہ والمنذرؔ بن عمرو و عبدؔ اللہ بن رواحہ و سعدؔ بن الربیع و عبادہؔ بن الصامت ومن الاوس ابوالھیثم بن التیھان وھو من الیمن و اسد بن حصین و سعد بن خشیمۃ ۔ تفسیر صافی زیر آیہ مذکور

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بارہ نقیب نکلکر میرے پاس آئیں۔ جو کہ تم پر اس امر کے گواہ ہوں۔ جسطرح کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب چن لئے تھے۔ پس انکی طرف جبرئیل ارشاد فرماتے جاتے۔ کہ یہ نقیب ہے۔ اور یہ نقیب ہے۔ پس نو نقیب تو قبیلہ خزرج سے منتخب ہوئے۔ اور تین قبیلہ اوس میں سے ؎

اب فرمایئے بارہ نقیب سو ۔۔۔ بارہ امام کے اُمت محمدیہ سے نکل گئے یا نہ؟ اور بفضلہ تعالیٰ یہ منصوص بھی ہیں۔ اجماعی نہیں ہیں ؎

سوال۔ خلافت منجانب اللہ اور اجماعی خلافت کی کیا پہچان ہے؟

جواب۔ چونکہ مابہ النزاع مسئلہ خلافت بلافصل رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اس واسطے بجائے اس کے کہ میں خلافت کی لغوی واصطلاحی معانی وتشریح میں زمین وآسمان کے قلابے ملاؤں۔ بہتر ہو گا کہ اسی خاص موقعہ کو مدنظر رکھ کر مختصر عرض کروں اور مدلل۔

سو آپ کو معلوم ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فوت ہو جانے پر ہی سب سے پہلے انصار کو خلافت کا خیال دامنگیر ہوا۔ اور انہوں نے سعد بن عبادہ کو جو پہلے سے ہی خزرج قبیلہ کے رئیس تھے۔ خلیفہ بنانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اور سقیفہ بن ساعدہ میں جاکر جمع ہو گئے۔ ادھر مہاجرین قریش چاہتے تھے۔ کہ چونکہ انصار مدینہ خلافت جیسے مہتم بالشان منصب کے اہل نہیں۔ اس واسطے خلافت کے لئے کوئی قریشی سردار منتخب کیا جائے

ادہر مرداران بنی ہاشم حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر جمع ہورہے تھے۔ کہ خلافت کا سہرا بندھے۔ تو مولا علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بندھے۔ کیونکہ کیا بلحاظ قرابت حسب و نسب اور کیا بلحاظ زوج بتول و داماد رسول مقبول ہونے کے ان کا کوئی ثانی نہیں جس طرح جماعت انصار اپنی مطلب براری میں ہمہ تن مصروف تھی۔ اسیطرح بنی ہاشم بھی لڑنے مرنے پر تیار تھے۔ بقول شاعر ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ٭ یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

چنانچہ حضرت عمرؓ کی زبانی ایک خطبہ میں مروی ہے۔ جو آپنے منبر پر چڑھ کر ہزاروں صحابہ کے سامنے فرمایا:۔

وانہ کان من خبرنا حین توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرھم فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وتخلف عنا علیؑ والزبیر رضی اللہ عنہما ومن معہما واجتمع المہاجرون الی ابی بکر۔ ملخصاً بقدر الحاجۃ۔ بروایت بخاری و مسلم تیسیر الوصول حرف خاء۔ الباب الثانی فی ذکر الخلفاء الراشدین وبیعتھم +

یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہماری یہ حالت تہی۔ کہ انصار ہماری مخالفت پر کھڑے ہوگئے۔ اور سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئے۔ اور مخالفت کی ہم سے علی اور زبیر نے۔ اور ان لوگوں نے جو انکے ساتھ تھے۔ اور مہاجرین نے اتفاق کیا تھا ابوبکرؓ پر۔ انصار اگر اپنی جمعیت اور اصل باشندگان مدینہ ہونے کی وجہ سے ایک زبردست پارٹی تھے۔ تو بنی ہاشم بھی بلحاظ قرابت قریبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و خداداد عظمت و وقار و دیگر ذاتی کمالات کے کسی سے پیچھے رہنے والے نہ تھے۔ اور اگر شیعہ روایات پر اعتماد کیا جائے۔ تو وہ جمعیت میں بھی کم نہ تھے۔ بلکہ جمعیت کی ان کو ضرورت ہی نہ تہی۔ کیونکہ عصائے موسیٰ ان کے پاس۔ انگشتر سلیمان ان کے قبضہ میں۔ اور اسم اعظم کے پورے حروف ان کو ورد زبان۔ پھر ان کے مقابلہ میں مہاجرین قریش کی تھوڑی سی جماعت ہے۔ جنکی نظر لے دے کر ابوبکرؓ پر رہی تہی۔ آخر ہوتا کیا ہے۔ کہ انصار بھی اپنے ارادوں میں ناکام رہتے ہیں۔ اور بنی ہاشم بھی خلافت نہ پاسکے۔ اور کامیاب ہوجاتے ہیں

تو ابو بکر رضؓ - اب اس نظارہ کو دیکھ کر ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بول اُٹھے گا۔ کہ ابو بکر رضؓ کا انتخاب واقعی منجانب اللہ تھا۔ اور اسی واسطے وہ اپنے حریفوں پر کامیاب رہا۔ اور دوسرے خلیفے اجماعی تھے۔ اور اسیواسطے ناکام رہے۔ اور ان کی سرتوڑ کوششیں اکارت رہیں وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء +

سوال۔ جناب علی علیہ السلام کے بارہ میں جو نصوص خلافت بلافصل ہیں۔ ان کا کیا جواب ہے +

جواب۔ جیسی جیسی نصوص آپ لوگ جناب علی علیہ السلام کی شان میں بیان کرتے ہیں ویسی ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی ہیں۔ لیکن محققین نے یہ لکھا ہے۔ کہ نص خلافت جس طرح ابو بکر رضؓ کے حق میں صاف صاف نہیں فرمائی گئی۔ جناب علی علیہ السلام کے حق میں بھی ایسی کوئی نص صریح نہیں۔ جس سے حق خلافت بلافصل ثابت ہو سکے۔ دیکھئے۔ اہلسنت کو اعتراف ہے۔ کہ ابو بکر رضؓ صدیق کے حق میں کوئی نص مروی و ثابت نہیں ہے۔ اگر کوئی نص ہوتی۔ تو وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے مقابلہ میں ضرور ظاہر فرماتے۔ لیکن وہاں انہوں نے سوائے حدیث مشہور الائمۃ من القریش اور کوئی نص ظاہر نہیں فرمائی۔ فہو المراد +

رہے جناب علی علیہ السلام۔ تو ان کے بارہ میں بھی اس امر کے ثبوت میں ایک دو روایات خاص قابل غور ہیں۔ مثلاً ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے وقت جب عباس رضؓ نے جناب علی علیہ السلام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خیریت پوچھی۔ اور انہوں نے فرمایا کہ خیریت ہے۔ اسپر عباس رضؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم۔ تین دن کے بعد کسی کی اطاعت کا جوا آپ کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ خدا کی قسم مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے جانبر ہوتے ہوئے معلوم نہیں دیتے۔ میں بنی عبدالمطلب کے چہروں سے تاڑ جاتا ہوں۔ جب وہ فوت ہونے کے قریب ہو جائیں۔ آؤ ہمارے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو۔ تاکہ ہم آپ سے اس امر خلافت کے متعلق پوچھ پاچھ لیں۔ کہ خلافت کن لوگوں میں ہے۔ اگر ہم لوگوں

میں ہوگی تو ہمکو معلوم ہو رہیگا اور اگر ہمارے سوا اور لوگوں کو مقدر ہے تو ہم اس بارے میں آنحضرت صلعم سے گفتگو کر لینگے پھر آپ ہمارے لئے خلافت کی وصیت کر جائینگے تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اما واللہ لان سألناھا فمنعناھا لا یعطیناھا الناس بعدہ والی واللہ لا اسألھا اخرجہ البخاری تیسیر الوصول الباب الثانی فی ذکر الخلفاء الراشدین۔ (ترجمہ) خدا کی قسم ہے کہ اگر ہمنے آنحضرت صلعم سے درخواست کی اور آپنے ہمکو نہ دی تو آپ کے بعد لوگ ہمکو کبھی خلافت نہ دینگے ہیں تو خدا کی قسم آپ سے خلافت کی درخواست نہ کرونگا۔

اسی طرح مرض الموت کی دوسری روایت مشہور روایت قرطاس ہے جن میں آنحضرت صلعم نے کاغذ و قلم دوات منگائی ہے اور شیعہ کا خیال ہے کہ خلافت کی وصیت لکھنا مقصود تھا بر دو روایات مذکورہ آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کے آخری ایام کے متعلق ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ خلافت کا مسئلہ رسول صلعم کی تمام زندگی میں ابتک ہرگز صاف نہیں ہوا تھا اور کسی فرد کے حق میں نص نہ تھی ورنہ عباس رضؓ کو آنحضرت صلعم سے اس بارہ میں دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ اور اسی طرح آخری وقت میں خلافت کی وصیت کو معرض تحریر میں لانے کی کیا حاجت تھی اب اس سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ مرض الموت سے پہلے مختلف مواقع پر جو کچھ آنحضرت صلعم نے جناب علی علیہ السلام کے حق میں فرمایا اس سے مراد خلافت بلا فصل ہرگز نہ تھی بلکہ اس سے مطلق خلافت یا کوئی اور امر مراد تھا ورنہ خلافت کا سوال جب پیدا ہوا تھا تو سقیفہ بنی ساعدہ میں نہ سہی کیونکہ بقول شیعہ اسوقت آپ غسل آنحضرت صلعم میں مصروف تھے اپنے گھر میں اپنے مددگاروں اور حامیوں کے سامنے ہی سہی ورنہ بیعت عامہ کے وقت جب آپ کو مسجد میں بلایا گیا اسوقت صحابہؓ کے روبرو اس خاص نص کا اظہار آپ پر نہایت ہی ضروری اور فرض تھا لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ آپ خاص اس بارے میں بالکل خاموش رہے اور اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جو ہمنے نکالا ایک اور روایت بھی قابل غور ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا۔ کہ اگر رسول صلعم کسی کو خلیفہ بنا جاتے تو کس کو بناتے انہوں نے کہا کہ ابو بکرؓ کو۔ راوی نے کہا کہ پھر کس کو بناتے فرمایا کہ عمرؓ کو پھر دریافت کیا گیا کہ عمرؓ کے بعد کس کو بناتے فرمایا کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بس یہاں بات ختم ہوگئی اسکے آگے شارح حدیث فرماتے ہیں:۔ کہ اہلسنت کے لئے ابو بکر رضؓ کی خلافت بلا فصل کی یہ عمدہ دلیل ہے۔ پھر عمرؓ کے لئے بذریعہ اجماع صحابہؓ کے

اور اسمیں دلیل ہے واسطے اہلسنّت کے کہ خلافت صدیق رضہ کے لئے رسول صلعم کی طرف سے کوئی نص صریح نہ تھی بلکہ صحابہ نے جمع ہو کر اُن کی خلافت کا اہتمام کیا اور اُن کو انکی بزرگی کی وجہ سے مقدم کیا گیا اگر کوئی ان کے حق میں نص ہوتی یا کسی اور کے حق میں تو انصار وغیرہم سرے سے ہرگز تنازعہ نہ کرتے اور جس کے حق میں نص ہوتی وہ اسکا ذکر کر دیتا تو البتہ لوگ رجوع کر لیتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے تنازعہ اٹھا اور کوئی نص سنائی نہ گئی پھر ابو بکر رضو پر اتفاق کیا گیا اور امر خلافت قائم ہو گیا اور رہ وہ جو شیعہ مدعی ہیں کہ جناب علی علیہ السلام کے حق میں نص تھی تو یہ باطل ہے اور اسکی کوئی اصل نہیں باتفاق مسلمین اور اُن کے دعوے کا بطلان جناب علی کے ہی زمانہ سے ہی ثابت ہے اور سب سے پہلے جناب علی ہی ان کی تکذیب فرماتے ہیں بقولہ ما عندنا الا فی ھذہ الصحیفۃ للحدیث جیسے کہ فرمایا ہے کہ ہمارے پاس کوئی نص نہیں جو کچھ ہے وہ اس قرآن میں ہی ہے اور بس تا آخر حدیث اور اگر آپ کے پاس کوئی نص ہوتی تو آپ اسکا ذکر فرما دیتے تو اصل یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اس تمام عرصہ میں اس نص کو یاد فرمایا نہ کسی اور نے آپ کو یاد دلایا تعلیق المحمود حاشیہ ابو داؤد نمبر ۲ صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ کانپور

سوال یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین و انصار کا ساختہ پرداختہ خدا کا ساختہ و پرداختہ ہے

جواب دیکھئے خدا نے آیت استخلاف میں فرمایا تھا کہ میں تم مومنین سے ضرور خلیفے بناؤں گا غالباً اسی واسطے جناب رسول صلعم نے کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہ فرمایا اب بعد وفات آنحضرت صلعم کے خلافت کا جھگڑا پیدا ہو گیا اور ہر ایک فریق نے اپنی اپنی جگہ پوری کوشش کی آخر ایک شخص پر سب کا اتفاق ہو گیا اور اسکی کامیابی کو کوئی روک نہ سکا تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ وہی خلیفہ برحق تھا اور یہ کہ اسی کو خدا نے خلیفہ بنانا تھا اور وہی آخر خلیفہ ہو گیا۔ علاوہ اسکے خود جناب علی علیہ السلام کے مکتوبات میں ایک جگہ آیا ہے کہ شوریٰ و انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو حاصل ہے اور جس شخص کی امامت یا خلافت پر وہ اجماع کر لیں خدا کے نزدیک بھی وہی پسند ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسکی اطاعت سے انحراف کرے تو اسکو اطاعت پر مجبور کرنا چاہئے لیکن اگر انکار کرے۔ تو اسکو قتل کر دینا چاہئے کیونکہ اسنے عام مومنین کے طریق کو چھوڑ کر علیحدہ رستہ اختیار کر لیا اور جدھر وہ لوٹا ہے خدا اسکو ادھر ہی لوٹا دے گا۔

واضح ہو کہ یہ استدلال قرآن مجید کی آیت سے ہے ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولّٰی دیکھو پ۵ ع۱۴ - اصل عبارت وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسمّوہ اماماً کان ذٰلک رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الیٰ ماخرج منہ فان ابٰی فاقتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولّٰی - نہج البلاغہ حصہ دوم صفحہ ۷ مطبوعہ مصر دفعہ ثالث

نکتہ - ابوبکر پر مہاجرین وانصار کا اجماع ہوگیا اور وہ پسندیدہ خلیفے ہوگئے جناب علی علیہ السلام نے طوعاً وکرہاً بیعت کرلی اور مخالفت کے فتنہ کی امان پائی لیکن بعد میں عبادہ نے پوری مخالفت کی اور آخر تک بیعت ابوبکر پر رضامند نہ ہوئے حتیٰ کہ مدینہ بھی چھوڑ دیا اگر وہاں رہتے تو فوراً قتل کئے جاتے اسی طرح حضرت عمر رضؓ سے منقول ہے -

فمن بایع رجلاً علیٰ غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ھو ولا الذی بایعہ تغرۃ ان یقتلا اخرجہ الشیخان - تیسیر الوصول باب ثانی ذکر خلفاء الراشدین - (ترجمہ) پس جو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی شخص کی بیعت کرنا چاہے پس چاہئے کہ بیعت نہ کرے اور نہ بیعت لینے والا اسکی بیعت کو قبول کرے اس خوف سے کہ دونوں قتل کئے جائینگے -

سوال - اگر جناب علی علیہ السلام خلافت ابوبکر کو حق بجانب جانتے تھے تو پھر آپ نے مطابق روایت صحیح مسلم چھ ماہ تک بیعت میں کیوں توقف کیا -

جواب - اوّل تو بیعت میں توقف کرنا خود روایات شیعہ کے برخلاف ہے کیونکہ لکھا ہے فلذٰلک کتم علی علیہ السلام امرہ و بایع مکرھاً حیث لم یجد اعواناً کتاب الروضہ فروع کافی صفحہ ۱۳۹ یعنے جناب علی علیہ السلام نے اپنے حق خلافت کو مخفی رکھا اور مجبوراً بیعت کرلی - کیونکہ کوئی مددگار نہ پایا -

اسی طرح اہلسنت کی دیگر مرویات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپنے اسی دن بیعت کرلی تھی بلکہ فرمایا کہ چونکہ رسول صلعم نے ابوبکر صدیق کو نماز جیسے رکن اسلام و عمود دین کے لئے پسند فرمایا تھا - اسواسطے ہم اپنی دنیوی بہبودی کے لئے بھی اسی کو پسند رکھتے ہیں -

کان خلیفۃ رسول اللہ رضیہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا - منتخب کنز العمال

برحاشیہ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ باب فضائل الخلفاء صفحہ ۲۹

ایسی صریح دلیل کے بعد جو خود آپکی زبان مبارک سے مروی ہے ہرگز عقل باور نہیں کرتی کہ آپ نے چھ ماہ تک بیعت میں توقف فرمایا ہو پس یا تو اسکی تاویل کرنی پڑے گی یا وضع بر گردن راوی اور سب سے آخری جواب باصواب ہے کہ جب ابوبکرؓ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ تھا تو جناب علی علیہ السلام پر حتی الوسع جلدی بیعت کرنا لازمی تھا اگر انہوں نے توقف فرمایا تو انکی اجتہادی غلطی پر محمول کرنا چاہئیے نہ کہ خلافت پر نکتہ چینی کرنا پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ اگر آپ نے بالفرض بیعت نہ فرمائی تو کوئی مخالفت بھی تو نہیں فرمائی جیسے کہ بعد میں عبادہ ؓ نے خلافت نے کیا پس جناب کا معاملہ خاص ہے اور شیعوں کو اس توقف پر کیا تسلیؔ ہو سکتی ہے جب آخر کار جناب علی نے بغیر بیعت کے چارہ ہی نہ دیکھا پس درمیانی باتوں کو چھوڑ کر انجام کو دیکھو کہ کیا ہوا۔ فقط

وفات مسیحؑ

(از روئے علم منطق)

وفات مسیح اور حیات مسیح کا مسئلہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے مابین ایک اہم مسئلہ ہے جس پر صداقت مسیح موعود کے ثابت کرنے سے پیشتر بحث کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر قرآن کریم سے مسیح ناصری کی حیات ثابت ہو جائے تو پھر وہی لامحالہ آئینگے ہاں اگر حیات کی نقیض یعنے وفات ثابت ہو جائے تو پھر آیت حرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون اور آیت ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون کے مطابق حضرت عیسٰے کا دوبارہ اس دنیا میں آنا ناممکن ہے۔ پس ہم قرآن مجید پر نظر عمیق ڈالتے ہیں کہ وہ ان ہر دو مدعیان وفات مسیح اور حیات مسیح میں سے کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے پس ذیل میں چند دلائل ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں۔

دلیل اوّل۔ پہلی دلیل قرآن کریم سے جو وفات مسیح پر دال ہے آیت وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم ہے مسیح علیہ السلام قیامت کے دن جبکہ انبرء انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین کا اعتراض ہوگا جواب دینگے کہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا